شری کے وی رنگا ریڈی

کے نام

سید احمد اللہ قادری

ڈیلیگیٹ حیدرآباد پردیش کانگریس

کا مکتوب

۱۱؍ جولائی ۱۹۵۶ء

بملاحظہ پوجیہ شری کنڈا وینکٹ رنگاریڈی جی

حیدرآباد کانگریس کے نیتاؤں میں سب سے زیادہ میں آپ کا احترام کرتا ہوں۔ آپ کی بزرگانہ اور مدبرانہ رہنمائی میں کئی سال کام کرنے کا مجھے موقعہ ملا ہے۔ اس لئے آپ پر کچھ حقائق کا انکشاف ضروری تصور کرتا ہوں تاکہ آپ کو میرے مستقبل کے بارے میں سوچنے کا موقع ملے۔

۱۔ تین سال پہلے وشال آندھرا کے مقابل متحدہ حیدرآباد کی تحریک میں نے چلائی تھی۔ میونسپل کانگریس پارٹی میں صرف ایک رائے کی کمی سے یہ مسئلہ ناکام رہا۔ مسرس گنگارام، منوہر سنگھ، کرشنا سوامی مدیراج، مقبول احمد جامی، جیاچاری اور شاہجہاں بیگم کو میں نے ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا تھا۔

۲۔ شری ملیاکلور کے مقابل شری جے۔ وی نرسنگ راؤ کو پردیش کانگریس کی صدارت کے لئے جب آپ نے کھڑا کیا تو آپ کی خواہش پر میرا یہ فریضہ ہوگیا کہ مخالف اخباری پروپگنڈہ کو بے اثر کروں، میرے دونوں اخبارات نے آپ کی خاطر پوری طاقت کے ساتھ شری جے۔ وی نرسنگ راؤ کی تائید کی اور ایسے نازک موقع پر جب کہ حیدرآباد کی پوری صحافت شری جے۔ وی کے خلاف تھی صرف میرے ہی اخبارات نے ان کا ساتھ دیا۔ صدارت کے مسئلہ میں ڈاکٹر بی رام کشن راؤ سے میرے تیس۳۰ سالہ اور شری جناردھن راؤ دیسائی سے بیس۲۰ سالہ تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ کیونکہ میں نے پہلے آپ سے وعدہ کرلیا تھا۔ اُس کے ایفا میں ثابت قدم رہا۔ نتیجہ کے طور پر میرے دونوں اخبارات "راؤ گروپ" کی نوازشات اور بخششوں سے محروم ہوگئے اور مجھے ہزاروں کا نقصان برداشت کرنا پڑا۔ بعد میں سلطنت کا ہم گورنمنٹ نے سرکاری اشتہارات کی فہرست سے خارج کردیا اور دونوں اخبارات کی خریداری اطلاعات نے محدود کردی ہے۔ اخبار کے اشتہارات کی اُجرت حکومت نے فی انچ ایک روپیہ بارہ آنہ گھٹادی۔ جس سے کئی ہزار سالانہ کا مزید نقصان پہونچا۔ ہزاروں روپے کے بلز ٹیکنیکل اعتراضات کی بناء پر رد اور رقمیں سوخت کی گئیں اور میں پیسے پیسے کے لئے محتاج ہوگیا۔ کبھی میں نے آپ سے مالی مدد نہیں مانگی۔

۳۔ کانگریس کی خدمت صحافت کے ذریعہ ایک عرصہ سے انجام دے رہا ہوں۔ کانگریس کے لئے جیب سے بہت کچھ صرف کیا، آج حیدرآباد میں ایک فرد بھی ایسا پیش نہیں کیا جا سکیگا۔ جو یہ ثابت کرے کہ میں نے روپیہ کی خاطر "بلاک میلنگ" کی یا اخبار کے توسط سے جلب منفعت کا مرتکب ہوا، میرا یہ کھلا "چیالنج" ہے۔

۴۔ تین سال قبل جب آپ پردیش کانگریس کے صدر منتخب ہوئے تو اپنی بزرگانہ شفقت سے آپ نے پردیش کی عاملہ کا مجھے اسپیشل انوائٹی بنایا جس کے لئے میں آپ کا ساری عمر شکر گزار رہونگا میں احسان بھولنے والوں میں نہیں ہوں۔

۵۔ شری بے۔ وی جب صدارت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے مجھے اور شری شہاب الدین احمد خاں کو پردیش کا ڈیلیگیٹ نامزد کیا اور شری شہاب الدین احمد خاں کو بربناء دوستی اپنی عاملہ کے لئے منتخب فرمایا۔ جب میں نے اپنا استحقاق پیش کیا تو شری بے۔ وی نے مجھ سے فرمایا کہ رابطہ و تعلقات عامہ کا کام میرے تفویض کیا جائے گا۔

۶۔ شری شہاب الدین احمد خاں جب پردیش کانگریس کی عاملہ کے ممبر بنے تو فوراً کھدر پوش ہو گئے حالانکہ وہ میری طرح کانگریس کے سرگرم رکن نہیں تھے۔ انہوں نے عاملہ میں آنے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایک ہی رات میں وشال آندھرا کے سبق کو دل سے محو کر کے تلنگانہ کا نعرہ بلند کیا۔ میرے تعلق سے ایسا نہیں کہا جا سکتا۔

۷۔ واضح رہے کہ میں نے باہمی اتحاد۔ کانگریس کے وقار اور پارٹی کے استحکام کے لئے ہر طرح کی قربانیاں دی ہیں۔ کبھی نام و نمود کے لئے بلدیہ کے پیسے سے ڈٹی نہیں گیا البتہ خود پس منظر رہ کر دوسروں کو بڑھاتا رہا۔ ہمیشہ خاکساری اور انکساری میرا وطیرہ رہا۔ زبان سے کم کہا اور عمل سے ثابت کر دکھایا۔ تلنگانہ کے حصول کے لئے اپنی ذات سے ہزاروں روپیہ صرف کئے۔ گرگٹ کی طرح کبھی رنگ نہیں بدلا۔

۸۔ تلنگانہ تحریک کو آگے بڑھانے میں میں نے جو کچھ کیا وہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں نے اولاً حیدرآباد سٹی میں ایک متحدہ محاذ قائم کرایا تھا حیدرآباد کارپوریشن میں مسرس جیا چاری، گنگا رام، انیس الدین احمد، مقبول احمد جامی، منوہر سنگھ، کرشنا سوامی مدیراج اور میری ہی کوششوں سے تلنگانہ کی حمایت میں قرارداد منظور ہوئی۔ اس خصوص میں میرے دونوں اخبارات نے جو گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اگر وہ بھلا دی گئی ہیں تو مجھے اس کا کوئی شکوہ نہیں ہے۔ شری بیشا۔ گنگا رام وغیرہ کے اردو کتابچے میں نے ہزاروں کی تعداد میں اپنی ذات سے چھپوا کر دئے۔ گنگا رام جی کے کتابچے کو تین مرتبہ ہزاروں کی تعداد میں طبع کرایا۔ شری بھوج ریڈی اور بی۔ نرسلو طباعت وغیرہ کی رقم مجھے دینا چاہتے تھے۔ میں نے لوٹا دی۔ بلدی الیکشن (سنہ ۱۹۵۹ء) اور عام انتخابات (سنہ ۱۹۶۲ء) میں ہزاروں کی تعداد میں بطور پروپگنڈہ میں نے مفت اخبارات تقسیم کرائے۔ اور بے شمار پروپگنڈہ آرٹیکل لکھے گئے ہیں۔ اگر اس کا معاوضہ لیا جاتا تو سرسری اندازے کے مطابق ۲۵ ہزار سے کم نہ ہوتا۔ آپ اور دیگر اخبارات کی طرح پارٹیوں کا پروپگنڈہ کر کے اگر روپیہ لیا جاتا تو اس سے مجھے ہزاروں کا فائدہ حاصل ہو سکتا تھا۔ لیکن کانگریس کے مفاد کو ہمیشہ مقدم رکھا اور کوئی کام ایسا نہیں کیا۔ جو جماعت کے وقار کے لئے مضر ثابت ہو۔ اگر کانگریس پر کسی نے حملہ کیا تو اس کا منہ توڑ جواب دیا۔ سچ پوچھئے تو میرے اخبارات کا یہی بنیادی اصول رہا اور رہے گا۔ دراصل میرا مقصد زندگی کانگریس سے عبارت ہے۔ کانگریس کے لئے میں نے اپنی سیکڑوں راتیں تصدق کیں اور کانگریسیوں کو کرسیاں دلانے

کے سلئے اپنا بہت کچھ کھو دیا۔ اور کبھی کانگریس سے بغاوت نہیں کی اور نہ غداری کا مرتکب ہوا۔ بہر حال میں نے اپنی ہستی کانگریس کے استحکام کے لئے وقف کردی اس کا زندہ ثبوت میرے وہ سینکڑوں مضامین ہیں جو اخبارات میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں نیز وہ بے اندازہ قومی خدمات ہیں جن سے آج حیدرآباد کا ہر کانگریسی اور ہندوستان کے اونچے کانگریسی واقف ہیں۔

۹۔ مجھ میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ خوشامد اور چاپلوسی کا خوگر نہیں ہوں۔ دوسرا عیب یہ ہے کہ ظاہر و باطن ایک ہے۔ دل میں جو ہوتا ہے زبان سے کہدیا جاتا ہے۔ منافقت ریاکاری اور مصلحت کوشی سے میں نے اپنے ضمیر کو پاک رکھا ہے۔ جس سے لوگ ناراض ہو جاتے ہیں۔ مجھے اپنے خدا پر کامل بھروسہ ہے۔ میں خدا کے سوا کسی سے ڈرنے والا انسان نہیں ہوں۔ میرا عقیدہ ہے کہ عزت و ذلت اس کی مہربانی اور قہر کا نتیجہ ہے۔ جے۔ وی نرسنگ راؤ صاحب واقف ہیں کہ میں کسی کی شکایت یا خوشامد و چاپلوسی کے لئے کبھی ان کے گھر نہیں گیا۔ دو ایک مرتبہ آن سے ضرور ملا لیکن اپنے تعلق سے بات چیت کی۔ نیز پردیش کانگریس کے دفتر میں بیٹھ کر دھونس جمانے، لوگوں کو مرعوب کرنے۔ چغلی کھانے۔ افواہیں پھیلانے جھوٹی ہمدردی جتانے۔ مفاد حاصل کرنے۔ غلط مشورہ دینے۔ اختلافات بڑھانے۔ پگڑی اچھالنے اور ایک کانگریسی کو دوسرے کانگریسی سے لڑانے کے نازیبا حرکات کا مرتکب نہیں ہوا۔ اور سایہ کی طرح جے۔ وی صاحب کے ساتھ چپکا نہیں رہا۔

۱۰۔ گذشتہ سال جے۔ وی صاحب کو میرے تعلق سے یہ احساس پیدا کرا دیا گیا تھا کہ میرا اخبار ان کا ساتھ نہیں دے رہا ہے جن صاحب نے یہ زہر پھیلایا تھا۔ آن "ذات شریف" سے میں بخوبی واقف ہوں۔

۱۱۔ جی۔ ا چاری صاحب گواہ ہیں کہ رکن بلدیہ بننے کا میں ہرگز متمنی نہیں تھا۔ تلنگانہ کے ذمہ دار افراد کے اصرار پر آخری دن اور آخر وقت اپنی درخواست سٹی کانگریس کے دفتر پر بھیجی۔ وشال آندھرا کے حامیوں نے میری بہ شدت مخالفت کی یہ مخالفت تلنگانہ تحریک کی تائید اور محض آپ کے گروپ میں شمولیت کا نتیجہ تھی۔ جے۔ وی صاحب نے اگر مجھے بلدیہ کا ٹکٹ دیا تو مجھ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ کیونکہ ۶۶ شہریوں میں ایک میں بھی ایک تھا۔ اگر خدا کو حاضر و ناظر جان کر ایمانداری کے ساتھ (۶۶) ارکان کی قابلیت' خدمات اور دیانت کا میری قابلیت۔ خدمات اور دیانت سے تقابل فرمایا تو جے۔ وی صاحب کو مجھے ٹکٹ دینے پر ملال نہ ہوگا۔ اس کے قطع نظر چونکہ مجھ سے درخواست لی گئی اور میں نے اپنی خواہش سے درخواست نہیں دی تھی اس لئے جے۔ وی صاحب پر اس کی منظوری کی بڑی اخلاقی بندش تھی۔

۱۲۔ بلدی ٹکٹ کی تقسیم کے زمانے میں شہاب الدین احمد صاحب کا دربار دن رات گرم رہتا تھا۔ مسٹر گنگارام۔ حبیب حسن۔ لودھی۔ اور بہت سے لوگ ان کے گرد جمع رہتے اور مشورہ دیا کرتے تھے ان مشوروں میں میں کبھی شریک نہیں رہا۔ اس زمانے میں رشک وحسد کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ ایک کانگریسی

کانگریس کو گرانے اور ذلیل کرنے کے منصوبے بنا رہا تھا انہی دنوں میں ایک روز شہاب الدین احمد خاں صاحب نے فون پر مجھ سے ہنستے ہنستے پوچھا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ سرور خاں حریف امیدوار نے چاپل بازار کی مسجد میں تمہارا گلا پکڑ کر لٹکا دیا تھا اور تم بچاؤ بچاؤ پکارتے ہوئے نرسنگ پرشاد کے گھر جاکر ان کے پیروں میں گر پڑے۔ اس تعلق سے تحقیق پر پتہ چلا کہ تلنگانہ کے حامی ایک کانگریسی مسلم رکن بلدیہ نے یہ گندگی پھیلائی تھی۔ پھر ان ہی دوستوں نے مشہور کیا کہ سرور خاں میرا خون کرنے والا ہے۔ یہ سب کچھ اسلئے ہو رہا تھا کہ بعض مفاد پرست مجھ سے خائف تھے ان کی کوشش تھی کہ کسی طرح کانگریس کے اعلیٰ حلقوں کو متاثر کرکے مجھے کمتر درجہ کا آدمی ظاہر کیا جائے۔ اور خود کے پوزیشن کو محفوظ اور نمایاں دکھایا جائے۔ غرضکہ ان لوگوں نے مجھے ہر طرح رسوا کیا۔ بالآخر شری بی۔ وی نرسنگ راؤ بھی اس پروپگنڈے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ انہوں نے ۲۵/ مئی کو رات کے ۱۰ بجے شہاب الدین احمد خاں صاحب کے گھر سے مجھے فون کیا اور مشورہ دیا کہ میں اپنا پرچہ نامزدگی قطبی گوڑہ سے داخل نہ کروں بلکہ اپنے لئے کوئی دوسرا موزوں حلقہ منتخب کرلوں۔ میں نے بی۔ وی صاحب سے جواباً عرض کیا کہ آپ جھوٹوں کے پروپگنڈہ میں نہ آئیں۔ میرے لئے قطبی گوڑہ ہی موزوں ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ کانگریسیوں میں رشک، حسد اور رقابت کا جذبہ کس شدت کے پرورش پا رہا ہے اور بی۔ وی صاحب اس ایک بات سے میرے کردار کا اندازہ فرماسکتے ہیں کہ ٹکٹوں کی تقسیم کے موقع پر میں نے ان کے سامنے اپنے کسی قدیم ساتھی کی مخالفت یا برائی نہیں کی۔

۱۳۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں ایک غیر تونگر کانگریسی ہوں۔ بلدی انتخابات میں میرا مقابلہ کمیونسٹ پارٹی کے معتمد اور صف اول کے لیڈر شری اونکار پرشاد سے تھا۔ جو قطبی گوڑہ کے ٹھیکہ پتی ہیں۔ اس کے قطع نظر بعض کانگریسی دوستوں نے مسلم ووٹ تقسیم کرانے کے لئے میرے مقابل مسلمان کو کھڑا کیا جو بہادر یار جنگ مرحوم کے رشتہ دار ہیں۔ اس کے علاوہ حلقہ کی جمیعۃ العلماء کے صدر عبدالستار سجانی مخالف کانگریس جلسوں کی صدارت کرتے رہے اور جمیعۃ العلماء کے اکثر کارکن چند لیڈروں کے اشارے پر مجھے برا بھلا کہتے رہے۔

۱۴۔ بڑی کوششوں کے بعد سٹی کانگریس نے میرے حلقے میں ایک مرتبہ جلسۂ عام کے انعقاد کا انتظام کیا اور چند مقرر اپنی طرف سے نامزد کئے اور میں نے ۲۵ روپیہ اپنی ذات سے صرف کرکے موٹر کے ذریعہ لاؤڈ اسپیکر سے مقررین کے ناموں کی تشہیر کرائی جب جلسہ گاہ میں ڈیڑھ ہزار حلقہ کے افراد جمع ہوگئے اور سٹی کانگریس کے نامزدہ مقرر عمداً نہیں آئے تو ان کے لئے میری موٹر دوڑتی اور فون چلتے رہے۔ ایک گھنٹہ جلسہ ملتوی رہا۔ میں نے مجبوراً خود تقریر کی اور مقبول احمد صاحب کو جو اپنی انتخابی اپیل بطور اشتہار چھپوانے آئے تھے تقریر کے لئے کھڑا کردیا۔ جب جلسہ برخاست ہوا تو لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ کانگریس میرے خلاف ہے اور آزاد امیدوار بغلیں بجانے لگا کہ کانگریس اسکے ساتھ ہے۔ اس کے تیسرے روز ایک دن صبح ۶ بجے بی۔ وی صاحب مجھے ساتھ لیکر میرے حلقے سے گذرے۔ چونکہ وقت صبح کا تھا۔ لوگ سو رہے تھے اور دکانیں بند تھیں ان کے اس دورہ سے میں خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھا سکا۔

۱۵۔ مجھے یہ کہتے ہوئے دکھ ہوتا ہے کہ یہ الیکشن میں نے تن تنہا اور انتہائی بے سر و سامانی کی حالت میں لڑا۔ اور سٹی کانگریس کے ذمہ دار لیڈر دوسروں کے حلقوں میں گھومتے رہے اور میرے حلقے میں کبھی نہیں آئے۔ شری ایم ست نارائن کا حلقہ مجھ سے ملحق ہے پنڈت نریندر جی اور شری واسدیو نائک وہاں مکانوں پر برابر گشت کرتے رہے جب مجھے معلوم ہوا تو شری واسدیو نائک کو میں نے فون کیا تو انہوں نے بتایا کہ اونکار پرشاد کا کام زوروں پر ہے۔

لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہم اوتکار پرشاد کو ووٹ دیں گے۔

۱۶۔ میری ہردلعزیزی کی حالت ملاحظہ ہو کہ ریاست کی کمیونسٹ پارٹی کے سکریٹری اور صف اول کے ممتاز کمیونسٹ لیڈر شری اوتکار پرشاد کو میں نے ۱۰۵۳ ووٹ کی اکثریت سے شکست دی۔ اور ان کی زرِ ضمانت ضبط کرانے کے لئے جس قدر ووٹ لازمی تھے اس سے بھی ۳۷۲ ووٹ زائد حاصل کئے۔ باغی کانگریسی کو جس کے پیچھے بڑے بڑے لوگوں کے ہاتھ تھے ۷۵۴ کی اکثریت سے ہرا دیا۔ یہ لکھتے ہوئے میری گردن شرم سے جھک جاتی ہے کہ ڈاکٹر رفیق گیتا کی کوٹھی میں جو آر کا دفتر تھا مخالف امیدوار کے مقرر شری نعمت اللہ خاں صوفی چند کانگریسیوں کے ہمراہ مخالف کانگریس ہو کر آئے اور اسٹیج پر مجھے گالیاں دیکر چلے گئے۔ بہرحال یہ تلخ حقائق ہیں جنہیں جھٹلایا نہیں جا سکتا۔ میں نے اپنے حلقہ میں نہ عام جلسے کئے۔ نہ پوسٹر لگائے اور نہ مشعلی جلوس نکالے۔ برخلاف اس کے کمیونسٹ اور آزاد امیدوار نے مشعلی جلوس نکالے۔ چھ درجن سے زائد بورڈ ہر گلی کوچہ میں آویزاں کئے اور ہر چوراہے پر میرے خلاف تقاریر کیں۔ اور کانگریس کو گالیاں دیں۔ اسکے باوجود بھی میں نے ایک رکنی حلقے سے جو ووٹ حاصل کئے میرا دعویٰ ہے کہ کانگریس اور کسی دیگر جماعت کے مسلم امیدوار نے بلدی الیکشن میں اتنے زائد ووٹ حاصل نہیں کئے۔ اس سے آپ اندازہ فرماسکتے ہیں کہ میں اپنے حلقے میں کتنا مقبول ہوں۔ اور عوام مجھے کتنا پسند کرتے ہیں اور میری دیانت اور کردار کے کس درجہ قائل ہیں۔

۱۷۔ اب عرض حال یہ ہے کہ ۱۹ جولائی کو بلدیہ میں جن نومولود کانگریسیوں کو بڑے بڑے عہدوں سے نوازا گیا ہے وہ کل ہند کانگریس کی منشیٰ کے صریح خلاف ہے۔ کانگریس کی منشیٰ یہ ہے کہ عہدے دیتے وقت۔ خدمات اور قابلیت دیکھی جائے اور عمر کی قدامت اور وابستگی کا لحاظ رکھا جائے۔ برسہا برس کانگریس کی بے داغ خدمت کے باوجود بھی اگر نا انصافی ہو تو اس سے بڑھکر حوصلہ شکنی اور ناقدری نہیں ہو سکتی۔ ہمالیہ سے راس کماری تک مجھے اردو داں طبقہ جانتا ہے کہ میں ایک ۳۰ سالہ صحافی اور مشہور مصنف ہوں۔ میری علمی خدمات کی ستائش پنڈت نہرو۔ سردار پٹیل۔ مولانا آزاد اور راجندر بابو کے علاوہ کل ہند کانگریس کے صدور گورنروں اور وزراء نے کی ہے اور ڈاکٹر سید محمود وزیر خارجہ نے میری علمی خدمات کے بارے میں ایک مستقل مضمون لکھکر خراج تحسین ادا فرمایا ہے۔ مقام حیرت ہے کہ میرے مقابلہ میں ایک نومولود کو ترجیح دی گئی ہے۔ بلدی انتخابات سے چند روز قبل میں نے ڈی صاحب سے ملاقات کی تھی اور ان سے کہا تھا کہ اگر بلدیہ میں مجھے کوئی عہدہ دیا جائیگا تو عام انتخابات میں کانگریسی امیدواروں کو کامیاب بنانے میں میرے ہاتھ مضبوط ہوں گے۔ اور شہر میں کانگریس کو مستحکم کیا جا سکیگا اس بارے میں ڈی صاحب کو میں نے دو خط لکھے اور شہاب الدین صاحب سے بھی کہا۔ ۱۸ جولائی کا واقعہ یہ ہے کہ جے ڈی صاحب نے شکرگاہ کے چند حامیوں کو گاندھی بھون پر دو بجے طلب کیا اور کہدیا گیا کہ اپنے گروپ کے لوگوں کو موٹر بھیج کر بلوائیں اور ایک پینل تیار کریں پونے ۴ بجے کے قریب گاندھی بھون میں دس بارہ آدمیوں نے متحد ہو کر ایک متفقہ پینل تیار کیا۔ ڈپٹی میئر کے عہدے کے لئے میرا اور شری اعظم الدین کا نام تجویز کیا۔ شری اعظم الدین وہاں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے جب یہ پینل دیکھا تو اپنا نام واپس لے لیا اور تنہا میرا نام باقی رہ گیا شری اعظم الدین سے اس بیان کی صحت کے بارے میں حلفاً دریافت کیا جا سکتا ہے۔ یہ پینل جے۔ ڈی صاحب کے ملاحظہ میں پیش ہوا تو اس وقت شہاب الدین، احمد خاں صاحب اور دوسرے لوگ موجود تھے جن کے نام کے اظہار کی یہاں چنداں ضرورت نہیں ہے تھوڑی دیر کے بعد دیکھا گیا کہ صدر صاحب کے اجلاس پر شری کے۔ کشن نارائن اور کچھ لوگ جا رہے تھے اور آپس میں

کانا پھوسی ہو رہی تھی۔ بسنس پورا ہو گیا۔ یادگیر راؤ اور یادیا اس میں بہت پیش پیش تھے۔ دو گھنٹہ کے بعد یہ پینل کچھ اضافہ اور ترمیم کے بعد ہے۔ دی صاحب کے کمرہ سے لایا گیا۔ اور ہے۔ دی صاحب کے گروپ کے کونسل میں پیش ہوا۔ جب ۲۹۰ ارکان کے گروپ میں میرا نام پیش ہوا تو ایک نے بھی میرے حق میں ہاتھ نہیں اٹھایا۔ قابل حیرت بات یہ ہے کہ دو گھنٹہ قبل متفقہ طور پر میرا نام تجویز کرنے والی اکثریت خود مجھ سے اچانک منحرف ہو گئی۔ اور ایک **غیر موجود** اور **نومولود** کا نام فوراً پیش کرا دیا گیا جس نے کانگریس کی کوئی خدمت نہیں کی۔ اس **نومولود** کے نام پر ہے دی گروپ میں چھ ہاتھ اٹھے اور باقی لوگ خاموش رہے۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم غیر جانبدار ہیں۔ مسٹر ابو یوسف اور دیگر ارکان اس طریقہ کار پر سخت معترض رہے اور کہا کہ ۱۹۴۸ء کانگریسی ارکان کی موجودگی میں پینل کے نام طے کئے جائیں۔ بہر حال ان تحریکوں اور سیاسی ہتھکنڈوں کو میں بخوبی جانتا ہوں۔ یہ پینل تکمیل ضابطہ اور مداخلت کے الزامات سے بچنے کے لئے عجیب طریقہ سے سامنے آیا اور دو گھنٹہ کے درمیانی وقفہ میں مخصوص افراد کو کمرہ میں طلب کر کے سبق پڑھا دیا گیا کہ اپنے ساتھیوں کو ہدایت کریں کہ فلاں کو "لیڈر" اور فلاں کو "ڈپٹی لیڈر" بنائیں۔ میں اس کھلی اور بے وقوف بنانے والی ڈرامہ بازی سے حیران ہو گیا ہوں اور سوچ میں پڑ گیا ہوں کہ کانگریس جیسے مقدس ادارہ میں یہ کیا ہو رہا ہے۔ "باپو" کا نام جپنے اور سارے بھارت کو سچائی اور صداقت کا راستہ دکھانے والے کن گندگیوں میں پڑ گئے ہیں۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ چھ گھنٹے پہلے "راجن بابو" نے گاندھی بھون کا افتتاح کیا اور چھ گھنٹے بعد اسی گاندھی بھون میں کانگریس کے قدیم اور قابل خدمت گزاروں کو سیاست کی تیغ سے زخمی کیا گیا۔

۱۸۔ اس انتخابی مہم کے پس منظر کے بارے میں میرا اپنا یہ خیال ہے کہ ایک دوست جو شہر کے علاقہ سے کانگریس ٹکٹ پر اسمبلی میں جانا چاہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے اپنا حریف تصور کر کے گرانے کی کوشش کی ہے۔ جو ابھی سے وزارت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

۱۹۔ ۱۸/ جولائی کو راجندر بابو کے گاندھی بھون کے افتتاح کے بعد میں گاندھی بھون میں ٹھیر گیا تھا۔ کانگریس کے ایک بہت ذمہ دار شخص نے وہاں شری کرشنا سوامی ریڈیار ج صدر تلنگانہ کمیٹی کے بارے میں بعض ایسی نامناسب اور تضحیک و تحقیر آمیز باتیں کیں۔ جن سے مجھے روحانی کوفت ہوئی۔ جب تک ریڈیار صاحب سے کام تھا وہ بڑے قابل اور دیانت دار آدمی سمجھے جاتے تھے۔ جب وہ مقصد ختم ہو گیا تو وہ بدترین اور بد دیانت آدمی سمجھے جانے لگے۔ تقریر کے اس بھیانک رخ سے میں نے بھی سبق لیا اور اپنے انجام اور تاریک مستقبل سے خوف کھانے لگا۔

شری ہے۔ وی رنگا راؤ کے تعلق سے میں یہ کہنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ وہ بے مروت ہیں۔ تحقیق سے پہلے فیصلہ کر دینے اور قدیم و مخلص کارکنوں کا حق تلف فرمانے میں وہ جیسی فرماتے ہیں لیکن میں اپنے تعلق سے ان احتجاج کئے بغیر نہیں رہوں گا کہ میں اس حق تلفی اور بے عزتی کو ساری عمر بھلا نہ سکوں گا۔

۲۰۔ میں نے اس خط میں جو سچے اور بے لاگ واقعات لکھے ہیں وہ محض اس لئے کہ ہم اس مقدس ادارہ کی بدنامی اور جانبداری کا مزید باعث نہ بنیں۔ اور ہمارا قابل اعتراض کردار ہمیشہ سے

ورکروں کے لئے کہیں غلط رہنمائی کا موجب نہ بن جائے۔ اس بچلی سیاست سے متاثر ہوکر میں نے ۸ر جولائی کی شب کو ہی اپنی تمام خدمات سے علحدگی اختیار کرلی ہے اور صدر صاحب پردیش کانگریس کے ملاحظہ میں استعفاء لکھکر بھیجدیا ہے۔ البتہ سرگرم اور عام رکنیت برقرار ہے۔ اور اس دعویٰ کے ساتھ کہ کانگریس کے لئے آخری قطرہ خون کا پیش کش ہر وقت قائم رہے گا۔

۱۲۔ تلنگانہ کے آپ سب سے بڑے نیتا ہیں۔ اپنا مقدمہ آپ کے ملاحظہ میں انصاف کی غرض سے پیش کرتا ہوں۔ اس خط کی ایک نقل میں نے ڈاکٹر یم چنا ریڈی مسرس یس چنا ریڈی۔ ورکانم گوپال ریڈی اور جے رام ریڈی کو بعنیغہ "**اسٹد راز**" اطلاعاً دی ہے جو میرے خیرخواہ اور گہرے دوست ہیں۔

ورق تمام ہوا اور قصہ باقی ہے سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے

سید احمد اللہ قادری
ایڈیٹر پیام اخبار

۱۱ر جولائی سنہ ۱۹۵۶ء

سلطنت پریس